Majlis Ansarullah Canada

We are the helpers of Allah

نحنُ انصاراللہ

WELCOME
Jalsa salana CANADA 2025
Jalsa salana CANADA
Jalsa salana CANADA

جولائی 2025ء، محرم 1447ھ، وفاء 1404ھش

www.nahnuansarullah.ca

نگران
عبدالحمید وڑائچ صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ
سہیل احمد ثاقب نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا

مینیجر
محمد موسیٰ قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا

مدیران
غلام مصباح بلوچ نائب صدر صفِ دوم مجلس انصار اللہ کینیڈا
ڈاکٹر حمید احمد مرزا۔ معتز القزق

معاونین،
کاشف بن ارشد نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا ، مسعود احمد نائب قائد اشاعت مجلس انصار اللہ کینیڈا
ثار اے شمس ڈاکٹر محی الدین مرزا، ظفر ندیم، منصور چغتائی

خصوصی دعاؤں کی تحریک

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ایک رؤیا کی روشنی میں احباب جماعت کو خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: اگر احباب جماعت مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد کریں گے تو ایک محفوظ قلعے میں محفوظ ہو جائیں گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہوسکتا۔ اس قلعے کی دیواریں لوہے کی ہیں اور آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

نمبر1: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

ہر بڑا فرد جماعت 200 دفعہ روزانہ پڑھے

15 سے 25 سال کے ممبران جماعت (کم از کم) 100 دفعہ روزانہ پڑھیں

بچے (کم از کم) 33 دفعہ روزانہ پڑھیں

چھوٹی عمر کے بچے تین، چار دفعہ روزانہ (والدین پڑھائیں)

نمبر 2: استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ)

100 دفعہ روزانہ

حضور انور نے فرمایا: اسی طرح میں یہ بھی شامل کرتا ہوں

نمبر 3: رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

100 دفعہ روزانہ

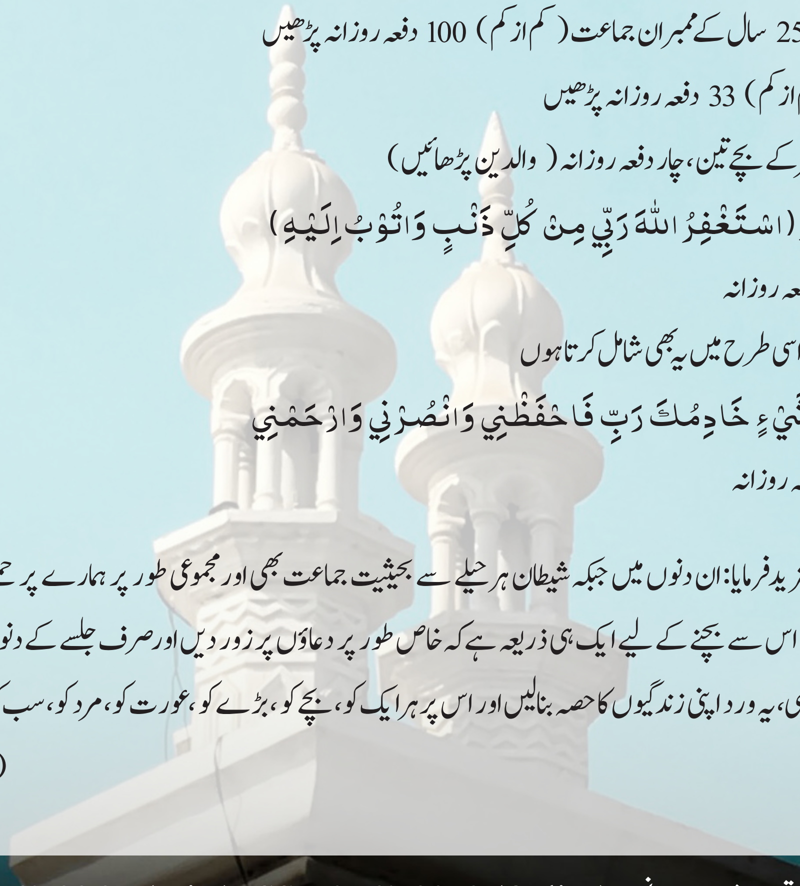

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا: ان دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر ہمارے پر حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے، عمومی طور پر دنیا میں بھی اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پر زور دیں اور صرف جلسے کے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ درود شریف اور ذکر الٰہی، یہ ورد اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں اور اس پر ہر ایک کو، بچے کو، بڑے کو، عورت کو، مرد کو، سب کو توجہ دینی چاہیے۔

(خطبہ جمعہ 23 اگست 2024)

ISSN 2560-886X (Print) ISSN 2560-8878 (Online) بین الاقوامی اشاعت حوالہ نمبر
editor@ansar.ca / ishaat@ansar.ca / Tel: 905-417-1800 : رابطہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

قال اللہ عزّ وجل 1

قال الرسول ﷺ 2

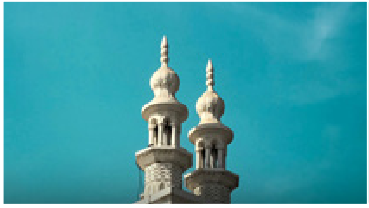

کلام المہدی علیہ السلام 3

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ 4

کلام الامام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5

تمام کام خدا کے فضل سے ہوں گے۔
اپنا اور اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کے معیار کو بلند کریں
(سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ کے موقع پر خطبہ جمعہ 21/ ستمبر 1990) 6

زاویۃ العرب 14

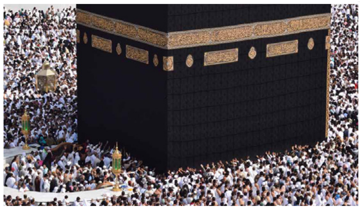

Photo by Azan Merchent on Unsplash.com

قال اللہ عزّ وجل

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا O (الفتح:30)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں' لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا۔ وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو میں رہتے ہیں' ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے۔ یہ ان کی حالت تورات میں بیان ہوئی ہے اور انجیل میں ان کی حالت یوں بیان ہے کہ وہ ایک کھیتی کی طرح (ہوں گے) جس نے پہلے تو اپنی روئید گی نکالی۔ پھر اس کو (آسمانی اور زمینی غذا کے ذریعہ سے) مضبوط کیا اور وہ روئید گی اور مضبوط ہوگئی۔ پھر اپنی جڑ پر مضبوطی سے قائم ہوگئی یہاں تک کہ زمیندار کو پسند آنے لگ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر جلیں گے۔ اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔

(تفسیر صغیر)

تفسیر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ (الصف:7)."

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 7 ا صفحہ 254)

"مومن مومن کبھی نہیں ہوسکتا جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہو جاوے۔ فتح مسیح کو ایک بار ہم نے رسالہ بھیجا اس پر اس نے لکیریں کھینچ کر واپس بھیج دیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپ نے دکھایا ہے کسی اور نے نہیں دکھایا۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کرلیا کہ ہمارا دل دُکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو کہ کفر مایوس ہو جاوے کہ میرا قابو نہیں چلتا۔ اشدآء عَلَى الْكُفَّارِ کے یہ معنی بھی ہیں۔"

(الحکم جلد 8 نمبر 19 مورخہ 10 جون 1904ء صفحہ 1)

Photo by Azan Merchent on Unsplash.com

قال الرسول ﷺ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَقِيلَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَلَمَّا اسْتَثْبَتُّ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

الجامع الترمذی کتاب صفة القیامة باب ما جاء في اواني الحوض (2485)

حضرت عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور کہا گیا رسول اللہ صلی الہ وسلم تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو کر آیا کہ آپ کو دیکھوں۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں جان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمائی اے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 47)

Source: https://www.facebook.com/theqadian/photos

کلام المہدی علیہ السلام

پاک ہونے کا ایک طریق

پس میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے۔ نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے ہی آتی ہے۔ اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے۔ آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جب تک سورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظلمت کو دور کرتی ہے۔ اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے آسمان ہی سے آتی ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت، سب کچھ آسمان سے آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دور کر دے۔ پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئی محض سمجھے اور آستانہ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے اور اس نور معرفت کو مانگے جو جذبات نفس کو جلا دیتا ہے۔ اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اور بھی ترقی ہو۔ کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اُتریں گے۔ جو اس کو رشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اُسے حقیر سمجھتا ہے۔

میں یہ سب باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ اسے دوبارہ قائم کرے۔”

(الحکم جلد نمبر اول صفحہ 2 و 3 مورخہ 10 جنوری 1905ء)

(ملفوظات جلد ۷، صفحہ 277,276. ایڈیشن 1984ء)

Photo by Azan Merchent on Unsplash.com

فارسی منظوم کلام
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

هیچکس از خبث شرک و رجس بت آگه نه شد
این خبر شد جان احمد را که بود از عشق زار
کوئی بھی شرک کی نجاست اور بتوں کی گندگی سے آگاہ نہ تھا صرف احمد کے دل کو یہ آگاہی ہوئی جو محبت الٰہی سے چور تھا

کس چه مے داند کرا زان ناله ها باشد خبر
کان شفیعے کرد از بہر جہاں در کنج غار
کون جانتا ہے اور کسے اُس آہ و زاری کی خبر ہے؟ جو آنحضرت نے دنیا کے لئے غار حرا میں کی

من نمیدانم چه دردی بود اندوه و غمے
کاندران غارے در آوردش حزین و دلفگار
میں نہیں جانتا کہ کیا درد غم اور تکلیف تھی جو اسے غم زدہ کر کے اس غار میں لاتی تھی

نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس
نے ز مردن غم نه خوف کژدمے نے بیم مار
نہ اسے اندھیرے کا خوف تھا، نہ تنہائی کا ڈر، نہ مرنے کا غم، نہ سانپ بچھو کا خطرہ

کشته قوم و فداے خلق و قربان جہاں
نے بجسم خویش میلش نے نفس خویش کار
وہ کشتۂ قوم فدائے خلق اور اہل جہاں پر قربان تھا نہ اسے اپنے تن بدن سے کچھ تعلق تھا نہ اپنی جان سے کچھ کام

نعره ها پُر درد میزد از پئے خلق خدا
شد تضرع کار او پیش خدا لیل و نہار
خدا کی مخلوق کے لئے دردناک آہیں بھرتا تھا اور خدا کے سامنے رات دن گریہ وزاری اس کا کام تھا

سخت شورے بر فلک افتاد زان عجز و دعا
قدسیان را نیز شد چشم از غم آں اشکبار
اُس کے عجز و دعا کی وجہ سے آسمان پر سخت شور برپا ہو گیا اور اس کے غم کی وجہ سے فرشتوں کی آنکھیں بھی غم سے اشکبار ہو گئیں

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 24,23)

Source: https://lightofislam.in/

کلام الامام

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

“اللہ تعالیٰ مومنوں میں محبت، پیار اور بھائی چارہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ حسن ظن سے پیدا ہوتا ہے۔ پس فرمایا کہ بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی گناہ کی طرف لے جاتی ہے، جو نہ صرف انسان کی اپنی ذات کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو معاشرے کے امن کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ایک ایسا گناہ جو انسان بعض اوقات اپنی اَنا کی تسکین کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تجسس نہ کرو، تجسس بھی بعض اوقات بدظنی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور جب انسان کسی کے بارہ میں تجسس کر رہا ہوتا ہے اس کے بعد بھی جب پوری معلومات نہیں ملتیں تو جو معلومات ملتی ہیں انہی کو بنیاد بنا کر پھر بدظنّیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور بدظنی میں بعض اوقات انسان اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کی حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی ہیں، خدمت کرنے والے بھی ہیں اور ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جاہل اجڈ عورتیں بھی نہیں کرتی ہوں گی۔ چھوٹے چھوٹے شکووں کو اتنا زیادہ اپنے اوپر سوار کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی میں اس سے بڑی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ اور اس سے نہ صرف اپنے کاموں میں حرج کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسی سوچوں کے ساتھ اپنی زندگی بھی اجیرن کر رہے ہوتے ہیں بلکہ اِدھر اُدھر باتیں کر کے جس کے خلاف شکوہ ہوتا ہے اس کی زندگی بھی اجیرن کر رہے ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسے معاملات میرے پاس بھی آ جاتے ہیں اور جب تحقیق کرو تو کچھ بھی نہیں نکلتا۔ بڑی معمولی سی بات ہوتی ہے۔ پھر بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا شکایت کرنے والے کے ساتھ براہ راست معاملہ بھی نہیں ہوتا۔ ادھر سے بات سنی ادھر سے بات سنی، تجسس والی طبیعت ہے شوق پیدا ہوا کہ مزید معلومات لو اور ادھ پچدی جو معلومات ملتی ہیں ان کو پھر فوراً اپنے پاس سے حاشیہ آرائی کر کے اچھالا جاتا ہے۔ تو جب کسی کے بارہ میں باتیں کی جاتی ہیں اور انہیں اچھالا جاتا ہے تو اس شخص بیچارے کی زندگی اجیرن ہوئی ہوتی ہے کیونکہ اس ماحول میں اس کو دیکھنے والا ہر شخص ایسی نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے جیسے وہ بہت بڑا گناہگار انسان ہے۔ وہ چھپتا پھرتا ہے۔ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ہر احمدی کو اس سے بچنا چاہئے۔”

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ 5/ فروری 2010ء بمقام بیت الفتوح)

تمام کام خدا کے فضل سے ہوں گے۔

اپنا اور اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کے معیار کو بلند کریں

(سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ کے موقع پر خطبہ جمعہ 21؍ستمبر 1990)

Source: https://www.alhakam.org/

آج جمعۃ المبارک کے دن مجلس انصار اللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور اس میں شرکت کے لئے یورپ کی بعض دوسری مجالس کے نمائندگان بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح آج ہی ماریشس کی جماعت کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے اور امیر صاحب ماریشس کا مجھے پرسوں خط ملا ہے جس میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ چونکہ آپ کا یہ خطبہ براہ راست ماریشس میں سنا جا رہا ہوگا اس لئے ہمارے اس جلسے کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند کلمات ہماری جماعت کو مخاطب کر کے بھی کہیں اس سے جماعت کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

جہاں تک جماعتی نظام کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ اس پہلو سے کہ پاکستان کی جماعتوں سے باہر پہلے وہ نظام جو پاکستان میں یا اس سے پہلے ہندوستان میں رائج تھا وہ تمام دنیا میں اس طرح تفصیل سے رائج نہیں ہوا تھا بلکہ بالعموم دستور یہی تھا کہ جو مرکزی نمائندہ بطور مربی کسی ملک میں مقرر کیا جائے وہی امیر ہوا کرتا تھا اور دراصل اسی کی وساطت سے مرکز سے ساری جماعت کا رابطہ رہتا تھا یا بعض صورتوں میں عدم رابطہ کا بھی وہی ذمہ دار بنتا تھا۔ گزشتہ چند سالوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ سارے نظام عام کو ہمہ گیر کیا جائے اور جماعت احمدیہ دنیا میں جہاں کہیں بھی پائی جائے ایک ہی نظام کی لڑیوں میں منسلک ہو۔ ایک ہی اسلوب پر چل رہی ہو اور ملک ملک کا فرق نہ رہے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ عرصہ پہلے ایک یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ صدران مجالس مرکزیہ یعنی خدام الاحمدیہ کے صدر اور انصار اللہ کے صدر اور لجنہ کی صدر، یہ تمام دنیا کے صدران نہ ہوں بلکہ ہر ملک کا صدر اپنے ملک کے لحاظ سے جواب دہ ہو اور وہی اس ملک میں آخری ذمہ دار ہو جس کا تعلق براہ راست خلیفۂ وقت سے ہو اور اس طرح دنیا میں ہر صدارت کا نظام بھی پاکستان کے صدارت کے نظام سے متوازی جاری ہو جائے اور یہ نہ ہو کہ صدارتیں پاکستان کی صدارت کے تابع، ان کی وساطت سے خلیفۂ وقت سے رابطہ رکھیں۔

ان دونوں انتظامی تبدیلیوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی بیداری پیدا ہوئی اور نشوونما کے لحاظ سے ایک ایسے دور میں داخل ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی امید افزا ہے۔ بہت تیزی کے ساتھ جماعت کے ہر حصے، ہر شعبے اور ہر طبقہ زندگی میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں اور بعض امراء پر اور بعض صدران پر اتنا بڑا بوجھ پڑا ہے کہ بعض دفعہ وہ پریشان ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ راہنمائی کے لئے مجھے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی کام اس تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور جماعتی معاملات میں دلچسپی لینے والوں کی تعداد اس تیزی سے بڑھ رہی ہے اور پھر نئے نئے پروگرام بھی ملتے چلے جا رہے ہیں تو کس طرح ہم ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں گے۔ صرف ملکی سطح ہی پر نہیں بلکہ ملک کے اندر مقامی سطح پر بھی بعض احمدیوں پر جب ذمہ داری ڈالی جاتی ہے تو وہ اس ذمہ داری کے تقاضوں کے خیال سے لرزتے ہیں اور بڑے ہی انکسار اور لجاجت سے خط لکھتے ہیں کہ ہم کیسے اس اہم ذمہ داری کو ادا کر سکیں گے۔ تو جہاں بیداری عام ہوتی چلی جا رہی ہے وہیں بیداری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ذمہ داریاں بھی ساتھ بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔

اس پہلو سے میں نے سوچا کہ آج دو باتوں کی طرف تمام دنیا کے امراء کو بھی اور صدران کو بھی اور اسی طرح ان تمام عہدیدران کو متوجہ کروں جن دو باتوں پر نظام جماعت کا انحصار ہے اور اسی طرح باقی عہدیداران بھی اس نصیحت میں شامل ہیں۔ اگر وہ ان باتوں کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے ان سے منسلک ہو جائیں گے، زندگی بھر ان باتوں سے چمٹے رہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کے سارے مسائل آسانی سے حل ہوں گے اور جماعت احمدیہ کے نظام کو چلانے کے متعلق کسی قسم کی بلاوجہ کی فکر لاحق نہیں ہوگی۔

ایک فکر تو وہ ہوتی ہے جو ہر ذمہ دار آدمی کو ذمہ داری کے ساتھ ہی لاحق ہو جاتی ہے۔ اس کا تعلق تو اس کی زندگی سے ہے۔ موت تک یہ فکر اس کو دامنگیر رہتی ہے اور ایک

فکر وہ ہوتی ہے جو بد انتظامی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ پس میں جس فکر کے دور ہونے کی خوشخبری دیتا ہوں وہ بد انتظامی کے دور ہونے کی فکر سے نجات کی خوشخبری دیتا ہوں۔ ذمہ داری کے فکر سے نجات کی خوشخبری نہیں وہ اگر میں دوں تو ایک بری خبر ہوگی۔ تو ہر عہدیدار اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، ایک فکر میں تو مبتلا ہے اور زندگی بھر مبتلا رہے گا اس کا فکر میں مبتلا رہنا اس کی زندگی کی علامت ہے اور اس کے اس فکر کے بڑھنے کی دعا کرنی چاہئے کم ہونے کی نہیں۔ لیکن جہاں کام کے بوجھ بڑھنے کے نتیجے میں خلا رہ جاتے ہیں اور عہدیداران کی تربیت کی کمی کی وجہ سے پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں وہ فکریں بہرحال دور ہونی چاہیں اور ان کے دور ہونے کے علاج بھی سوچتے رہنا چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی فکروں سے ہمارے تمام عہدیداران کو آزاد کرے۔

پہلی بات تو اس مثال کے ساتھ آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو غالباً پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اور آپ میں سے کئی نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کتاب میں پڑھی بھی ہوگی۔ ایک موقعہ پر ان کی والدہ سے ہندوستان کے وائسرائے نے یہ سوال کیا کہ مجھے بتائیں کہ کیا ایک چھوٹے سے گھر کا انتظام چلانا زیادہ مشکل ہے یا ایک ایسی عظیم سلطنت کا انتظام چلانا جس پر سورج نہ غروب ہوتا ہو۔ تو ان کی والدہ نے بڑے تحمل سے اور بڑی گہری فکر کیساتھ جواب دیا کہ اگر خدا کا فضل شامل حال نہ ہو تو چھوٹے چھوٹے گھر کا انتظام بھی چلایا نہیں جا سکتا چھوٹی سے چھوٹی ذمہ داری کو بھی ادا نہیں کیا جا سکتا اور اگر خدا کا فضل شامل حال ہو جائے تو بڑی سے بڑی سلطنت کا انتظام چلانا بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہر پہلو سے آسان ہو جاتا ہے خود بخود چلنے لگتا ہے۔ تقویٰ کی کتنی گہری بات ہے جو صرف متقیوں کو نصیب ہو سکتی ہے اور ایک عارف باللہ کا کلام ہے اس کے سوا کسی کے ذہن میں ایسا خوبصورت، ایسا حسین، ایسا حقیقی جواب آ ہی نہیں سکتا۔

پس اس بات کو یاد رکھیں کہ جماعتی ذمہ داریاں بڑھنے کے نتیجے میں جہاں آپ کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں وہاں اللہ سے تعلق رکھنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور وہ بندے جو خدا سے پیار کرتے ہیں اور خدا پر انحصار کرتے ہیں ان کے کام خدا خود آسان کر دیتا ہے اور ان کے کام از خود رواں ہو جاتے ہیں اس لئے سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کاموں کے بڑھنے کے نتیجے میں آپ خدا سے تعلق بڑھائیں اور اس پر انحصار کریں۔ اس کا برعکس بہت ہی خطرناک ہے جہاں آپ یہ خیال کریں کہ گویا آپ کے زور پر کام چل رہے ہیں وہاں نفسانیت کا ایک کیڑا داخل ہو جاتا ہے جو نیک اعمال کو کھانے لگتا ہے اور وہیں کاموں میں خرابی کی بنیادیں پڑ جاتی ہیں، خرابی کا آغاز شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو خدا ہی پر توکل رکھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ سارے کام خدا کے فضلوں سے چلیں گے وہ ہمیشہ دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے کام بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بہتر ہونے کے نتیجے میں ان کو تکبر کی ٹھوکر نہیں لگتی بلکہ انکسار بڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے۔ اس کے لئے دل میں تشکر کے زیادہ جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اس کے ردعمل کے نتیجے میں پھر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا ہے کہ جو بھی میرا شکر گزار بندہ ہوگا اس کو میں مزید دوں گا۔

پس سب سے اہم نکتہ یہی ہے جس کو آپ یاد رکھیں، پلّے باندھ لیں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی بھلائیں نہیں کہ انتظام خواہ کتنے ہی بڑے اور وسیع تر ہوتے چلے جائیں خدا کے فضل سے چلیں گے اور جو لوگ خدا سے تعلق رکھتے ہیں ان کے کام آسان ہو جایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل سے وہ کام بنا دیتا ہے اس لئے اپنا تعلق بڑھائیں اور پھر دعاؤں پر زور دیں اور یاد رکھیں کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے سب سے پہلا خیال دعا کا ہونا چاہئے اور سب سے پہلا سہارا خدا کا ڈھونڈنا چاہئے یہ عادت زندگی بھر آپ کے کام آئے گی اور ہمیشہ آپ کے سارے کام آسان کرتی چلی جائے گی۔

دوسرا پہلو تقویٰ کا ہے جس کا اسی سے تعلق ہے۔ اللہ سے تعلق بڑھانا ہو تو تقویٰ کا معیار بھی بڑھانا چاہئے اور اس پر میں بہت دفعہ گفتگو کر چکا ہوں لیکن یہ مضمون اتنا وسیع ہے بلکہ عملاً لامتناہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح خدا کی ذات لامتناہی ہے اس طرح تقویٰ کا مضمون بھی لامتناہی ہے کیونکہ اس کا خدا کی ذات سے گہرا تعلق ہے۔ تقویٰ کا تمام تر انحصار اللہ تعالیٰ پر ہے اس لئے متقی کے بلند مراتب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا مضمون بھی پھیلتا چلا جاتا ہے اور وسعت اختیار کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی کوئی حد نہیں آتی۔ اس پہلو سے خواہ لاکھ خطبات بھی دیئے جائیں یہ مضمون اپنی ذات میں ختم ہونے والا مضمون نہیں۔

آج میں اسی پہلو سے امراء کو اور دیگر عہدیداران کو، صدران مجالس ہوں یا دیگر عہدیداران ہوں، ان کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس دعا کو جس کی طرف میں پہلے بھی متوجہ کر چکا ہوں اس کو خصوصیت کے ساتھ اپنا لازمہ بنا لیں۔ اس دعا کے ساتھ چمٹ جائیں اور اس دعا کو اپنے ساتھ چمٹا لیں اور وہ یہ ہے کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کہ اے خدا! ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ یہ دعا کرتے ہوئے جب وہ اس پر غور کریں گے تو اس کے نتیجے میں نئے نئے مضامین ان کو سجھائی دیں گے اور وہ مضامین ان کے کام آسان کریں گے۔ خاص طور پر اس مضمون کو پیش نظر رکھیں کہ اگر کوئی امیر ہے یا صدر ہے یا جیسا کہ میں نے کہا ہے دوسرا عہدیدار ہے، اس کا

کام تب اچھا ہوگا اگر وہ متقیوں کا امام بننے کی دعا بھی کرے گا اور کوشش بھی کرے گا اور اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کا معیار بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ منتظمین یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اگر حسن انتظام سے آراستہ ہوں یعنی ہم میں یہ صلاحیت ہو کہ ہم اچھا انتظام چلاسکیں تو یہی کافی ہے حالانکہ ہرگز یہ کافی نہیں ہے۔ حسن انتظام اپنی ایک اہمیت رکھتا ہے لیکن وہ مہرے جن کو اس نے چلانا ہے وہ مادہ جس سے اس نے کام لینا ہے اس کی اپنی صفات ہیں، اپنی خصلتیں ہیں جن کے اچھے ہونے کے نتیجے میں حسن انتظام بہتر پھل لائے گا اور جن کے کمزور ہونے کے نتیجے میں حسن انتظام کو بھی اسی طرح کمزور اور ناقص پھل لگیں گے۔

ہماری جماعت کا کارُکن وہ مادہ ہے جس کا معیار بڑھانا ضروری ہے اگر اس مادے کو تقویٰ نصیب ہو تو اس کے اندر نئی صفات ابھریں گی، نئی خصوصیات پیدا ہوں گی اور ایک اچھا منتظم ایسے مادے سے بہت بڑے بڑے کام لے سکتا ہے۔ اگر تقویٰ کا معیار گرا ہو تو یہ ایک بوسیدہ اور بیکار مادہ ہوگا جس کے نتیجے میں اچھے سے اچھا حسن انتظام بھی اس پر اچھا عمل نہیں دکھا سکتا اور اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔ جو بوسیدہ چیز ہے اس کو کہاں تک آپ سنبھال سکتے ہیں جو شکل بھی دیں گے وہ شکل عارضی ثابت ہوگی اور رخنوں والی ہوگی۔ اس لئے مٹیریل یعنی مادے کا اچھا ہونا بہت ہی ضروری ہے اور یہ دعا ہمیں یہ بات سکھاتی ہے کہ دینی انتظامات میں، دینی معاملات میں ہر امیر، ہر صاحب عمل کو اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کا معیار بڑھانے کی فکر کرنی چاہئے ورنہ وہ دعا اثر نہیں دکھائے گی جس کے ساتھ اس دعا کی تائید میں نیک اعمال شامل نہ ہوں۔ یہ وہ عمل صالح ہے جو دعا کو رفعت عطا کرتا ہے۔ پس ہر دعا کیساتھ عمل صالح کا ایک مضمون بھی چسپاں ہے، اس کے ساتھ وابستہ ہے، اس کو لازم ہے اور اسی عمل صالح کو اختیار کرنا چاہئے جس کے لئے دعا کی جاری ہے۔

پس تمام امراء اور تمام عہدیداران کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ان کی اپنی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ جہاں وہ اپنے لئے متقیوں کا امام ہونے کی دعا کریں وہاں اپنے ماتحتوں کا تقویٰ کا معیار بڑھانے کی کوشش کریں اور اس پہلو سے مجھے یہ خلا محسوس ہوتا ہے کہ جماعت کے ہمارے بہت سے منتظمین بھی اس کو براہ راست اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ ہم ہیں انتظام کے سربراہ اور مربیان یا بعض بزرگ لوگ تقویٰ کے سربراہ ہیں اور گویا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں حالانکہ جماعت احمدیہ میں جو ایک روحانی جماعت ہے حسن انتظام کو حسن تقویٰ سے الگ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مومن کی زندگی کے وجود کا تقویٰ ایک دائمی حصہ ہے۔ اس لئے یہ باطل تصور دل سے بالکل نکال دیں کہ آپ منتظم ہیں اور تقویٰ کے نگران اور لوگ ہیں۔ آپ ہی منتظم ہیں اور آپ ہی تقویٰ کے نگران بھی ہیں اس لئے سب سے زیادہ آپ کی نظر اپنے ماتحت کارکنوں کے تقویٰ پر بھی ہونی چاہئے اور عام افراد جماعت کے تقویٰ پر بھی ہونی چاہئے اور ہمیشہ اس فکر میں غلطاں رہنا چاہئے کہ میرے دائرہ کار میں جو احمدی بستے ہیں خواہ کسی حیثیت سے بھی ہوں، کسی عمر سے تعلق رکھنے والے ہوں، ان کے تقویٰ کا کیا حال ہے ان پر نظر رکھنی ضروری ہے ان کی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے ہمیشہ تجزیاتی نظر اختیار کرنی چاہئے۔ لیکن تجزیاتی نظر سے مراد تخریبی، تنقیدی نظر نہیں یا منتقمانہ نظر نہیں اس معاملے میں جماعت کو بار بار نصیحت کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ اپنی خشکی کو نیکی سمجھنے لگتے ہیں اور خشک مزاجی کی وجہ سے کیونکہ وہ بدی کرنے کے اہل ہی نہیں ہوتے، کیونکہ مزاج ہی بڑا خشک ہوتا ہے اس میں رس ہی کوئی نہیں ہوتا، اس سے کوئی نچوڑے گا کیاَ؟ نہ نیکی نچڑتی ہے نہ بدی نچڑتی ہے اور وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم تقویٰ کے بڑے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں اور ان کی علامت یہ ہے کہ ان کی تنقیدی نظر ہمیشہ لوگوں کو چھلنی کرتی رہتی ہے اور کبھی اندرونی نظر سے اپنے آپ کو نہیں دیکھتے اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ میری باتیں کس کو تکلیف پہنچاتی ہیں یا آرام پہنچا رہی ہیں۔ میں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے باتیں کر رہا ہوں یا اپنا ایک دبا ہوا جذبہ انتقام پورا کر رہا ہوں اور یہ ظاہر کر رہا ہوں کہ میں بہتر ہوں تم لوگ گندے ہو۔ ایسے لوگ نیکوں پر بھی تنقید کرتے ہیں یہ بتانے کے لئے جی یہ فلاں بات میں تو نیک ہوگا۔ آپ کو لگتا ہوگا اندر سے پھولو تو یہ حال ہے اور گویا خدا نے ان کو داروغہ بنایا ہوا ہے۔ اندر سے پھولنے کا، یہ پھولنے کا لفظ پنجابی ہے لیکن ہے بہت برمحل اطلاق پانے والا اس لئے میں نے عمداً اس کو استعمال کیا ہے۔ یعنی کرید کرید کر اندر سے تلاش کرکے قریب سے دیکھ کر معلوم کرنا کہ کون کون سے نقص اس پردے کے پیچھے چھُپے ہوئے ہیں جو خدا کی ستاری کا پردہ ہے۔ پس یہ خدا کی ستاری کے پردے کو چاک کرکے اس سے پَرے جھانک کر مومنوں کی برائیاں تلاش کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

امیر کا، منتظم کا ایسی آنکھ سے احتراز ضروری ہے اور ایسی سرشت سے اس کو توبہ کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہئے۔ اس کی نظر بالکل اور طریق سے اپنی جماعت کو، اپنے ماتحتوں کو دیکھتی ہے۔ جیسے ماں اپنے بچے کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اس کی نظر میں پیار ہوتا ہے، اس کی نظر میں فکر ہوتا ہے، اس کی نظر جب کسی برائی کو تلاش کرتی ہے تو اس کو گہرا غم لگا دیتی ہے، روگ لگا دیتی ہے اور وہ بے چین ہوجاتا ہے دوسرے

کو بے چین نہیں کرتا خود بے چین ہوتا ہے اور اس بے چینی کے نتیجے میں اس کے دل سے جو دعائیں اٹھتی ہیں ان میں ایک عجیب شان پیدا ہو جاتی ہے جو مقبولیت کی شان ہے اور اس کی نصیحت میں اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے خامیوں پر نظر رکھیں کیونکہ خامیوں کو دُور کرنے کی ذمہ داری ہر عہدیدار کی ذمہ داری ہے جو اپنے دائرہ کار میں اثر دکھائے لیکن اس نظر سے جس نظر سے میں نے آپ کو تلقین کی ہے اس نظر سے خامیوں پر نگاہ رکھیں اور ان کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں اور یاد رکھیں کہ جتنا زیادہ آپ اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کے معیار کو بلند کریں گے اتنے ہی عظیم الشان کامیاب منتظم ثابت ہوں گے اور اللہ کی نظر میں آپ کا اپنا مرتبہ بلند ہو گا۔

اس سلسلے میں ایک اور چیز بھی ہے جو قرآن کریم ہمیں تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کے لئے بتاتا ہے۔ اس کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات:14) تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز شخص وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ لیکن یہ بات بھی تو درست ہے کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہو گا وہ سب سے زیادہ اللہ کے رنگ ڈھنگ اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس ہر متقی کا کام ہے کہ تقویٰ کو عزت دے۔ کیونکہ تقویٰ خدا کی نظر میں عزت پاتا ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جس کو اپنے روزمرہ کے معاملات میں اختیار کرنے کے نتیجے میں جماعت میں تقویٰ کی قدر و قیمت بڑھے گی اور اس سلسلے میں بھی بعض خطرات ہیں جن سے بچ کر چلنا ضروری ہے۔

قادیان میں مجھے یاد ہے کہ ہم نے یہ باتیں ورثے میں پائی تھیں یعنی وہ نسلیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کے ساتھ مل کر بڑھی ہیں اور اس ماحول کو انہوں نے پایا ہے۔ ان کی اپنی کوئی خوبی نہیں تھی مگر صحابہؓ کی جو تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی اس کے نتیجے میں یہ روزمرہ کی باتیں تھیں جن کا نصیحت سے تعلق نہیں تھا بلکہ ایک معاشرتی ورثہ تھا اور اس ورثے میں یہ بات شامل تھی کہ عزت کے لائق وہی ہے جو نیک ہے اور اس میں یہ کلاس کا جو فرق ہے یہ بالکل کلیۃً نظر انداز ہو جایا کرتا تھا یعنی مختلف طبقات جو دنیا کی نظر میں یعنی دنیا کے پیمانوں سے بنائے جاتے ہیں اور جن میں دنیاوی وجاہت، عہدہ، مقام، مرتبہ، دولت یہ سارے وہ محرکات ہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں حصہ لیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کلاسز کا وجود ابھرتا ہے اور طبقات بنتے ہیں۔ یہ بھی ایک طبعی روزمرہ جاری رہنے والا سوشل نظام ہے اور اس سے مومن بھی کلیۃً بچ ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایک نظام ہے جو خود بخود تشکیل پاتا چلا جاتا ہے اور طبقات ابھرتے چلے جاتے ہیں لیکن جہاں تک عزتوں کا تعلق ہے وہاں عزتوں کے معاملے میں مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتا ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:۱۴) طبقات بے شک ہوں۔ ہم نے تمہیں شعوب اور قبائل میں بھی تقسیم کیا ہوا ہے اس طرح انسان بھی طبقات میں بٹ جاتا ہے لیکن جہاں تک عزتوں کا تعلق ہے، تم ہمیشہ تقویٰ کو عزت دینا کیونکہ خدا تقویٰ کو عزت دیتا ہے۔

اس اصول کو ہم نے قادیان میں اس زمانے میں کارفرما دیکھا جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور یہ میں بتانا چاہتا تھا کہ اس کا نصیحتوں سے تعلق نہیں تھا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اخلاقی تربیتی ورثہ تھا جو ان نسلوں نے پایا تھا۔ اس ورثے کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ اب وہ دور آ گیا ہے جس دور میں اس ورثہ کو دوبارہ بڑھانا چاہئے کیونکہ تمام دنیا میں پھیلنے والی جماعتوں نے یہ ورثہ از خود اپنے آباؤ اجداد سے نہیں پایا۔ اس لئے میں نے لفظ سرمایہ کاری استعمال کیا۔ یہ جماعت احمدیہ کا بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے اور تعداد کے مقابل پر یہ سرمایہ کم ہوتا دکھائی دے رہا ہے اس لئے اس سرمائے کو بڑی حکمت کے ساتھ اور بڑی محنت کیساتھ دانش مندی سے بڑھانا چاہئے اور حرکت میں لانا چاہئے۔

پس امراء اور عہدیداران اگر یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ تقویٰ کو عزت ملنی چاہئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سرمایہ دوبارہ نشوونما پانے لگے گا اور جماعت پھر اس پہلو سے بہت ہی متمول ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ ہم اس دور کی تمام نسل کو اس پہلو سے اتنا متمول اور غنی کر دیں کہ آئندہ آنے والی نسل پھر شکر کے ساتھ ان کی طرف دیکھے جس طرح ہم نے بڑے ہی شکر کے ساتھ جھکی ہوئی نگاہوں سے اپنی پہلی نسلوں کو دیکھا تھا اور اس بات کو ہمیشہ دل میں جانشین کیا کہ ہم ان کی دولتوں کا سرمایہ حاصل کرنے والی نسل ہیں۔ ویسا ہی آج کی نسل خدا کرے کہ اس پہلو سے اتنی متمول ہو جائے کہ وہ آئندہ آنے والی تمام نسلوں کو جو ساری دنیا میں کہیں بھی ہوں ان کو یہ سرمایہ عطا کرنے والی نسل بنے اور یہ سرمایہ ان کے ہاتھوں میں چھوڑ کر جانے والی نسل بنے۔

اس پہلو سے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا بعض خطرات بھی ہوتے ہیں، ریاکاری بھی بعض دفعہ شروع ہو جاتی ہیں اور تصنّعات بھی آ جاتے ہیں، بعض اور بھی کئی قسم کے ایسے خطرات اُبھرتے ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے لیکن اس سے پہلے میں مختصراً آپ کو بتاتا ہوں کہ قادیان کا معاشرہ تھا کیا؟

ایک ایسا عجیب معاشرہ تھا جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں۔ وہاں ایک غریب مزدور

جو سارا دن محنت کر کے اپنا پیٹ پالتا تھا، بچے تھے تو ان کی نگرانی بھی اسی محنت سے کرتا تھا، وہ بعض دفعہ اپنی نیکی کی وجہ سے ایسی عزت کے مقام پاتا تھا کہ بڑے بڑے دنیاوی طبقات سے تعلق رکھنے والے جھک کر اس سے ملتے تھے، اس کو محبت اور پیار اور اکرام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مصافحہ کرتے وقت عزت کے ساتھ مصافحہ کیا کرتے تھے اور دعا کی درخواست کرتے تھے۔ ایسے فقیر بھی وہاں تھے جن کی بے حد عزت کی جاتی تھی۔ مجھے یاد آیا ہماری مسجد مبارک کے نیچے سیڑھیاں اترتے ہی بائیں طرف ایک چبوترے کے اوپر شمس الدین مرحوم ایک درویش تھے جو مفلوج تھے اور ان کا گزارا بھیک پر تھا لیکن شاید کم ہی دنیا کے کسی بھکاری نے اتنی عزت پائی ہو جتنی بھائی شمس الدین کی عزت کی جاتی تھی کیونکہ یہ بھی ہمارے معاشرہ کا ورثہ تھا کہ چونکہ وہ نیک انسان تھے اور خدا سے تعلق رکھنے والے انسان تھے اور بھکاری اس رنگ کے نہیں تھے کہ بھیک کی خاطر بیٹھے ہوں۔ ایک مفلوج آدمی بیٹھا تھا جو آئے کبھی عزت اور محبت کے ساتھ کچھ دے جائے تو اس کو دعا دے کر قبول کرتے تھے اور اسی سے چندے بھی دیا کرتے تھے۔ ان کے اس مقام کا ایک احترام قائم تھا اور بچے بھی جب گزرتے تھے تو بھائی شمس الدین کہہ کے، سلام کر کے ادب سے جھک کر وہاں سے گزرا کرتے تھے۔ وہاں بعض پاگلوں کی بھی عزت کی جاتی تھی کیونکہ وہ نیکی کی حالت میں پاگل ہوئے اور پاگل پن کی حالت میں بھی نیکی ساتھ چل رہی تھی اور ان کے ساتھ بھی بڑی محبت اور احترام کا سلوک کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک ایسے ہی پاگل تھے جو مجھے یاد ہے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مردانے میں بڑے حق کے ساتھ داخل ہوا کرتے تھے، ان کا جو مطالبہ ہو وہ وہاں پورا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مجلس میں بیٹھتے تھے اپنے رنگ کی باتیں کر کے چلے جایا کرتے تھے اور پاگل پن تو تھا لیکن پاگل پن کے ساتھ کچھ نیکی کی حکمت بھی ہوتی تھی۔ وہ جو ہمارے معاشرے میں مجذوب کا تصور پیدا ہوا ہے وہ غالباً اسی وجہ سے ہوا ہے جو بیرونی معاشروں میں نہیں ملتا۔

مجذوب ایسے پاگل کو کہتے ہیں جو غالباً پاگل ہونے سے پہلے خدا سے تعلق رکھنے والا ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے پاگل پن میں بھی اس تعلق کی جزاء اس کو ملتی رہتی ہے اور اس کے منہ سے بعض دفعہ بہت سے عارفانہ کلمات جاری ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں جاہل سوسائٹی ہو وہاں وہ اس نکتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پاگلوں کی عزت کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہر فقیر، پاگل، بے وقوف خواہ وہ گند ہی بکنے والا ہو اس کی بھی عزت کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جی! مجذوب ہے حالانکہ یہ جہالت ہے۔ ہر شخص مجذوب نہیں ہوا کرتا۔ مجذوب وہ پاگل ہے جس کے پاگل پن میں بھی خدا کے تعلق کے آثار ظاہر ہوں اور بسا اوقات اس کے منہ سے عرفان کی باتیں جاری ہوتی ہیں جو قرآن و حدیث اور سنت کے مضامین کے مطابق ہوتی ہیں ان سے ٹکرانے والی نہیں۔

بہرحال جب ایسی سوسائٹی ہو تو جیسے میں نے بیان کیا ہے یہ عزتیں طبقات کے پیش نظر نہیں کی جاتیں بلکہ تقویٰ کے پیش نظر کی جاتی ہیں۔ وہاں ایسے بھی بزرگ تھے جو ہر لحاظ سے بلند مقام اور مراتب رکھتے تھے، اپنے عہدوں کے لحاظ سے بھی، دنیا کے لحاظ سے بھی۔ ان کو اس وجہ سے کہ خدا نے ان کو دنیاوی عزت دی ہے حسد کا شکار نہیں بنایا جاتا تھا۔ تقویٰ کی سوسائٹی کا ایک یہ بھی پہلو ہے جسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بعض جہلاء تقویٰ کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ صرف غریب کی عزت کی جائے اور امیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے لیکن متقی وہ ہے جو تقویٰ کی عزت کرتا ہے تقویٰ اگر گودڑی میں بھی دکھائی دے تو وہ اس سے محبت کرے گا اور پیار کرے گا اگر شاہانہ فاخرانہ لباس میں بھی دکھائی دے تب بھی وہ تقویٰ سے پیار کرے گا نہ گودڑی کے چیتھڑے اسے تقویٰ کی عزت کرنے سے باز رکھ سکیں گے، نہ فاخرانہ لباس کی چمک دمک اس کی نظر میں شامل ہو سکے گی کیونکہ اس کی نظر تقویٰ کی عاشق ہوتی ہے۔ جہاں بھی دکھائی دے وہ اس کی عزت کرتی ہے۔ پس یہ تقویٰ کا وہ اکرام ہے جو ہم نے اس آیت کریمہ سے سیکھا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ تمہارا خدا تقویٰ کو عزت دیتا ہے۔ اگر اس خدا سے تمہیں محبت اور تعلق ہے تو تم بھی ہمیشہ تقویٰ کو عزت دینا۔ اگر سوسائٹی میں تقویٰ کو عزت دی جائے تو تقویٰ پنپتا ہے اور بڑی عمدگی سے نشوونما پاتا ہے جیسے بہار میں پودے جو پہلے مرجھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ از خود نئی نئی کونپلیں نکالنے لگتے ہیں۔ نئے رنگ ان پر ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح تقویٰ کے لئے ایک ماحول کی ضرورت ہے اور یہ ماحول جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ یہ تقویٰ کی افزائش میں بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں جیسا کہ بہار ہو یا برسات ہو تو بعض غلط جڑی بوٹیاں بھی سر نکالنے لگتی ہیں ایسے ماحول میں بعض دفعہ دنیادار لوگ بھی نیکی کے لبادے اوڑھ کر ذاتی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان میں نمائش آجاتی ہے اور وہ تقویٰ کو بعض دفعہ پیسہ کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ایسی عورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو پیر بنتی ہیں اور ان کی جو ایجنٹس ہیں وہ مشہور کرتی ہیں کہ فلاں بی بی جو ہے وہ بڑی نیک ہے وہ اتنی تہجد پڑھتی ہے اتنی نمازیں پڑھتی ہے کسی ضرورت کے وقت اس کے دربار میں حاضری دو گے مرادیں پوری ہوں گی۔ یہ مرض بڑھ کر پھر قبر پرستی تک پہنچ جایا کرتی ہے۔ ایسے خطرناک اڈوں سے پناہ مانگنی بھی ضروری ہے اور بعض باتیں جو سچے تقویٰ اور دکھاوے

کے تقویٰ میں تفریق کرنے والی ہیں ان کو آپ پیش نظر رکھیں۔

مجھے یاد ہے حضرت مصلح موعودؓ اس معاملے میں بڑی ہی باریک اور نگران نظر رکھتے تھے۔ اس لئے بعض لوگ جن کی طرف لوگوں کا رجحان ہوتا تھا اس پر وہ سخت ردعمل دکھایا کرتے تھے اور بعض لوگ جن کی طرف لوگوں کا رجحان ہوتا تھا اس پر نہ صرف یہ کہ ردعمل نہیں دکھاتے تھے بلکہ خود بھی ان کو دعاؤں کے لئے لکھتے تھے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ، اسی قسم کے کثرت سے اور بزرگ تھے، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، جن کو حضرت مصلح موعودؓ ہر موقعہ پر دعا کے لئے لکھا کرتے تھے اور محبت اور احترام سے پیش آتے تھے اور جہاں تک توفیق ملتی تھی ان کی خدمت بھی کیا کرتے تھے یعنی عام خدمتوں کے علاوہ بھی ان سے محبت اور ہدیے دینے کا تعلق بھی رکھتے تھے لیکن بعض لوگ جو نیکی کے نام پر سر اٹھاتے تھے ان پر وہ اس طرح برستے تھے جس طرح آسمان سے بجلی کڑک کے ٹوٹتی ہے اور بڑے سخت ان کے بارے میں پریشان ہو جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آنکھ اللہ کے نور سے دیکھتی تھی اور آپ جانتے تھے کہ کہاں فتنہ پیدا کرنے والی نیکی ہے جو بظاہر نیکی ہے لیکن حقیقت میں تقویٰ سے عاری ہے اور کہاں سچا تقویٰ ہے۔ اس کی ایک اور پہچان بھی جو عام نظر سے بھی سامنے آجاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ خدا سے تعلق رکھنے والے جو متقی ہیں (تقویٰ کی تعریف ہی ہو رہی ہے کہ وہ کیا ہے؟) فرمایا: متقی وہ لوگ ہیں کہ خدا جو ان کو دیتا ہے وہ خدا کی راہ میں آگے جاری کرتے ہیں۔

پس وہ بزرگ جن کا میں نے ذکر کیا جو سچے بزرگ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے پروردہ تھے ان کو ایک ہاتھ سے ملتا تھا تو وہ دوسرے ہاتھ سے لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک ہاتھ سے ملتا تھا تو دوسرے ہاتھ سے وہ جماعت پر خرچ کیا کرتے تھے۔ اور ضرورتمندوں کی ضرورت پورا کرنے پر نگران اور مستعد رہا کرتے تھے اور یہ وہ بات تھی جو ان کو عام لوگوں سے جو لوگوں کی دولتیں بٹورنے کی خاطر بزرگ بنتے ہیں ان سے ممتاز اور الگ کر دیا کرتی تھی۔ یہ جو نیک بیبیوں کے اڈے بعض دفعہ بن جاتے ہیں اور غیر احمدیوں میں تو کثرت سے یہ رواج ہے ان میں بھی آپ یہ بات دیکھیں گے کہ یہ نیک بیبیاں چندوں میں پیچھے ہوں گی بلکہ شاید نہ ہی دیتی ہوں اور غریبوں پر خرچ کرنے والی نہیں ہوں گی بلکہ اپنے تقویٰ کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنا ایک بلند مقام بنا کر گدی بنانے کی کوشش کرتی ہیں اور ایسے نیک مرد بھی ہوتے ہیں یعنی بظاہر نیک مرد اور پھر بعضوں کے ملے جلے حالات بھی ہوتے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا حال ہے، کچھ خرچ کرنے والے بھی ہیں لیکن بعض دفعہ ریا کاری ان کو نقصان پہنچا رہی ہوتی ہے۔ نیک بننے کا شوق اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی ان سے جھک کر سلام کرتا ہے۔ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا حق ہے اور بڑے مزے سے ہاتھوں کو لمبا کر کے اس پہ بوسہ وصول کرتے ہیں اور متقی وہ ہے جو شرم سے غرق ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے اگر یہ شخص میری بدیوں پر نظر ڈالے تو متنفر ہو کر مجھے پیٹھ دکھا کر چلا جائے اور اب ان دونوں کے دل کے معاملات ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے اور کون نہیں مگر وہ لوگ جن کو خدا اپنا نور عطا کرتا ہے وہ ظاہری طور پر ثبوت نہ ہونے کے باوجود جانتے ہیں کہ کن میں سچے تقویٰ کی روح ہے اور کن میں سچے تقویٰ کی روح نہیں ہے۔ اس دوسرے پہلو سے تقویٰ کا معیار بڑھانے کے لئے انکسار کا معیار بڑھانا ضروری ہے۔

یاد رکھیں کہ تقویٰ کی جڑیں جتنی گہری ہوں اتنا ہی زیادہ تقویٰ کا درخت نشوونما پاتا ہے اور تقویٰ کی جڑیں گہری ہونے کا مطلب انکسار کا بڑھنا ہے۔ جتنا زیادہ کسی شخص میں عارفانہ انکسار ہو گا اتنا ہی زیادہ اس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہوں گی اور اتنا ہی زیادہ صحیح معنوں میں اس کا تقویٰ کا درخت نشوونما پائے گا۔ اس مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا: اصلها ثابت و فرعها فی السّمآء (ابراہیم:۲۵) کہ وہ کلمات طیبہ جو خدا کے کلام کا مظہر ہوا کرتے ہیں ان کی مثال ایسے درختوں کی ہے جن کی جڑیں ثابت ہوں اور جن کی شاخیں آسمان سے باتیں کرنے والی ہوں۔ یہاں لفظ ثَابِتٌ استعمال کیا گیا۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ جڑیں گہریں ہو لیکن اس ایک لفظ ثَابِتٌ نے دو مضامین بیان کر دیئے کیونکہ بعض درخت جن کی جڑیں گہری ہوں اور کھوکھلی ہوں یعنی اندرونی طور پر بیماریوں کی شکار بھی ہوں وہ ثَابِتٌ نہیں ہو سکتے اور بعض دفعہ اپنے مادے کے مزاج کے لحاظ سے یعنی قدرت نے مادے کو جو صفت بخشی ہے اس پہلو سے بعضوں کی جڑیں ویسے ہی کمزور ہوتی ہیں۔ گہری ہوتی ہیں مگر جب آندھی چلتی ہے تو وہ درخت یوں جڑوں سے ٹوٹ کے گر جاتے ہیں اور اگر گہری نہ ہوں اور مضبوط ہوں اور زمین کی سطح پر پھیلی ہوں جیسا کہ عموماً یورپین درختوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ تو بڑے بڑے تناور درخت بہت اچھے لہلہاتے ہوئے نشوونما پاتے ہوئے ہر موسم میں ترقی کرتے ہوئے درخت آندھی کے مقابل پر اس طرح منہدم ہو جاتے ہیں جس طرح بعض دفعہ کھوکھلی جڑوں والے درخت گر جاتے ہیں۔ پیچھے جب آندھیاں آئیں تو جن پارکوں میں، کبھی کسی میں، کبھی کسی میں، ہم سیر پر جاتے رہے ہیں۔ ان میں جب سیر پہ جانے کا موقعہ ملا تو میں نے تعجب سے دیکھا کہ بہت ہی عظیم الشان درخت جن کا بہت رعب پیدا ہوتا تھا

ان کی جڑیں سطحی تھیں اور اکثر درخت جڑوں سے اکھڑے ہوئے ہیں۔ ان کی جڑیں بھی ساتھ اکھڑی ہوئی ہیں۔ ان کے اوپر ثَابِتٌ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ثَابِتٌ لفظ میں دونوں خوبیاں آجاتی ہیں۔ ایسی جڑیں جو مضبوط ہوں اور درخت کو تحفظ دیں اور ایسی جڑیں جو گہری ہوں کیونکہ ابتلاء کے وقت اگر وہ گہری نہیں ہوں گی تو ثَابِتٌ نہیں رہ سکیں گی۔ اس لئے مضبوط بھی ہوں تو کافی نہیں۔

پس قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ کمال ہے کہ اس نے تقویٰ کے درخت کی مثال ایسے جڑوں والے درخت کی مثال سے دی ہے جس کی جڑیں ثَابِتٌ ہوں یعنی مضبوط بھی ہوں اور گہری بھی ہوں اور ابتلاء کی کوئی آندھی انہیں ہلا نہ سکے اور ہر حال میں نشوونما پانے والے ہوں۔ جتنی ان کی جڑیں ثَابِتٌ ہوں گی یعنی مضبوط اور گہری ہوں گی اتنا ہی ان کا تقویٰ مضبوط ہوگا۔ دراصل یہ تقویٰ کی تعریف ہے یعنی انکساری وہ جو حقیقی اور عارفانہ انکساری ہے اور چھپی ہوئی نیکیاں وہ جو جراثیم کے اثر سے پاک ہیں اور ان کے نتیجے میں ان کے درخت وجود کو ایک مضبوطی اور طاقت ملتی ہے۔ یہ تقویٰ کی بہترین مثال دی گئی ہے جتنی نیکیاں ان کی چھپی ہوئی ہیں اتنا ہی ان کے درخت کو اللہ تعالیٰ رفعتیں عطا کرتا ہے۔ ان کی نیکیاں جتنی صحت مند ہیں اتنا ہی وہ آزمائشوں کے مقابل پر ثابت قدم ہونے کی استطاعت رکھتے ہیں اور طاقت پاتے ہیں۔ ایسے درختوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر حال میں پھل لگتے رہتے ہیں اور ان کے پھل دائمی ہوتے ہیں۔ آسمان سے ان کو پھل ملتے ہیں لیکن جڑیں ان کی ان کے انکسار کی وجہ سے چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور زمین کے اندر گہری داخل ہوجاتی ہیں اور ان کی گہرائی کا تناسب ان کی بلندی کے ساتھ ہے اصلھا ثابت وفرعھا فی السّمآء یہ دو متقابل تصویریں ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ جتنی ثابت ہوں گی، جتنی مضبوط اور گہری ہوں گی اتنا ہی درخت بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔

پس اس پہلو سے ان صفات کی پرورش کرنے کی ضرورت ہے یعنی جس طرح ماں بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ جس طرح ایک زمیندار اپنے درختوں کی پرورش کرتا ہے اور ہر ایسا ذریعہ استعمال کرتا ہے جس سے یہ صفات پیدا ہوں جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں، اسی طرح امراء اور عہدیداران کو اپنے ماتحت عہدیداران کی تربیت کرنی چاہئے اور ان سے معاملات کے درمیان جب ایسی باتیں دکھائی دیں جن سے معلوم ہو کہ بعض پہلوؤں سے ان کے تقویٰ میں کمزوری ہے۔ بعض دفعہ جذبات سے مغلوب ہوجاتے ہیں، بعض دفعہ کسی شخص سے اس بنا پر حسد کرنے لگتے ہیں کہ اس کو امیر کا زیادہ قرب حاصل ہے اور اس کی کمزوریوں کی تلاش شروع کردیتے ہیں۔ بعض دفعہ اپنے مزاج کے اختلاف کی وجہ سے دوسرے کی اچھی بات بھی ان کو بری لگنے لگ جاتی ہے اور مجلس عاملہ میں اس بنا پر پارٹی بازی شروع ہوجاتی ہے بعض دفعہ گروہی تعلقات کی بنا پر مشورے غلط دیئے جاتے ہیں اور جس کے ساتھ زیادہ دوستی ہو اس کی ضرور تائید کرنی ہے۔ اگر ضرور نہیں تو اکثر صورتوں میں تائید کرنی ہے۔ اس قسم کی بہت سی بیماریاں ہیں جو جڑوں کو کھانے والی ہیں۔ ایسے درختوں کی جڑیں بظاہر گہری بھی ہوں تو ثَابِتٌ نہیں کہلا سکتیں۔

پس ایک امیر کے لئے ایک صدر کے لئے یا دوسرے منتظم کے لئے اگر وہ اپنا تقویٰ کا معیار بڑھا لے اور خدا کے نور سے دیکھنے لگ جائے یہ باتیں معلوم کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے۔ اس لئے ان باتوں پر وہ تنگی محسوس کرنے کی بجائے ایسے لوگوں کے لئے گہری ہمدردی کے جذبات رکھے ان کی خاطر دکھ محسوس کرے۔ تنگی اور چیز ہے اور دکھ اور چیز ہے ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ تنگی کے نتیجے میں بعض امراء پھر بیزار ہونے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کیا بکواس ہے۔ کس قسم کے بیہودہ لوگ ہیں اور ان کے دل اچاٹ ہونے لگ جاتا ہے۔ دکھ کے نتیجے میں ان کے لئے زیادہ فکر، ان سے زیادہ گہرا تعلق ہونے لگ جاتا ہے۔ پس تنگی محسوس کرنے کی بجائے ان کے لئے دکھ محسوس کرنا چاہئے۔ تنگی کو خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا: ولا تسئم عن النّاس۔ (تذکرہ صفحہ:۱۹۷) یہاں تَسْئَمْ کا جو مضمون ہے یہ تنگی کا مضمون ہے۔ تکلیف تو تجھے لوگوں کے کثرت سے آنے کے نتیجے میں پہنچے گی۔ بے وقت تجھ سے مطالبات کرنے کے نتیجے میں لیکن دل میں تنگی نہ پیدا کرنا۔ ہاں تکلیف کے نتیجے میں جو دوسرے لوازمات ہیں ان سے تو انسان کو مفر نہیں ہے۔ ان میں دعا کی طرف متوجہ ہونا قربانی کی روح اختیار کرنا، زیادہ انکسار اختیار کرنا اور بہت سی خوبیاں ہیں جو خدا کی خاطر تکلیف اٹھانے کے نتیجے میں خود بخود پیدا ہوتی ہیں۔ تو اگر تنگی نہ ہو تو وہ خوبیاں پیدا ہوں گی اگر تنگی ہوگی تو وہ خوبیاں ضائع ہوجائیں گی۔

پس جب میں تنگی کہتا ہوں تو اس وسیع مضمون کو پیش نظر رکھ کر یہ الفاظ استعمال کر رہا ہوں کہ امراء کو اور عہدیداران کو چاہئے کہ ماتحتوں میں جب اس قسم کی خامیاں دیکھیں تو تنگی محسوس کرنے کی بجائے ان کے لئے درد محسوس کریں اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو اس طرح پرورش دیں کہ گویا ان کے اپنے وجود کی بناء ان پر ہے۔ اس پہلو سے عہدیدار اور امیر درخت کا وہ حصہ بن جاتا ہے جو باہر نکلا ہوا ہے جس کی شاخیں آسمان پر ہیں اور یہ تمام عہدیداران اور کارکن اس کی جڑیں بن جاتے ہیں۔ پس ایک اور منظر ہمارے سامنے ابھرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر عہدیدار کو یہ سمجھنا چاہئے کہ

اس کے ماحصل کی بلندی اور جو کچھ وہ خدا کی نظر میں حاصل کرتا ہے اس کی رفعت اس بات پر منحصر ہے یعنی اس بات پر بھی بہت حد تک منحصر ہے کہ ان کے ماتحتوں کا تقویٰ کیسا ہے۔ اگر وہ متقی ہوں گے اگر وہ پیوستہ ہوں گے اور گہرے ہوں گے اور ثَابِتٌ کہلاسکتے ہوں گے تو ایسے امیر کا درخت بہت رفعتیں اختیار کرے گا اور اس کے کاموں کو بہترین پھل لگیں گے۔

پس اس نئی تعریف کی رو سے، اس نئے زاویہ کی رو سے پھلوں کی تعریف بدل جاتی ہے۔ یہاں پھلوں سے مراد ہے جماعت کی اجتماعی کوششوں کا پھل جتنا زیادہ جڑیں اچھی ہوں گی اور ان کے تقویٰ پر امیر کی یا دیگر عہدیداران کی نظر ہو گی اسی حد تک ان لوگوں کی اجتماعی کوششیں پھل لائیں گی اور اس کے نتیجے میں امیر چونکہ ان کا نمائندہ ہے اور ان کا ایک Symbol بن جاتا ہے اس لئے اس کی رفعتیں یعنی امیر کی سر بلندی اور اس کی ترقی دراصل ساری جماعت کی سر بلندی اور ساری جماعت کی ترقی ہے۔

تو اس پہلو سے گہری نظر رکھتے ہوئے اپنے ماحول کی نگرانی کرنی چاہئے۔ کمزوریوں پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے۔ تقویٰ سے وابستہ ان فتنوں پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے جن میں سے بعض کی مثال میں نے دی ہے لیکن اور بھی بہت سے فتنے ہیں جو نیکی کا روپ دھار کر جماعتوں کو شیطانی وساوس میں بھی مبتلا کرتے ہیں اور شیطانی تحریکات کو پھیلانے میں مدد دیتے ہیں ان سب پر نگاہ رکھتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے اگر تمام جماعتی عہدیداران اپنے کام کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کریں گے تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ کام دراصل خدا ہی نے کرنے ہیں اور وہی بات ہے جس سے میں نے اس خطبے کا آغاز کیا تھا کہ کام خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا خدا کی طرف سے توفیق مل جائے تو ہر بات آسان ہو جاتی ہے۔ ہر بات پہاڑی ندیوں کی طرح خودرو بڑی طاقت سے بہنے لگتی ہے اور اس کو چلانے کے لئے اس کو جاری کرنے کے لئے بظاہر کسی محنت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جو محنت اس میں داخل ہوتی ہے وہ ایک طبعی قانون کے طور پر خود بخود اس کام کو آگے بڑھانے میں جذب ہو جاتی ہے اور دیکھنے والا یہی محسوس کرتا ہے کہ خود بہنے والی ایک طاقتور پہاڑی ندی ہے لیکن ان دو باتوں پر اس کا انحصار ہے جو میں نے بیان کی ہیں۔

اپنے تقویٰ کا معیار بڑھاتے ہوئے خدا پر انحصار کریں اور دعاؤں پر زور دیں اور دعاؤں پر اپنے سب کاموں کی بناء کریں اور پھر اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کو بڑھائیں اور ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے کام آج جس رفتار سے چل رہے ہیں ان سے سینکڑوں گنا زیادہ رفتار سے اور زیادہ قوت کے ساتھ اور شان کے ساتھ آگے بڑھنا شروع ہوں گے اور آئندہ نسلوں کو ہم ورثے میں جو تقویٰ دیں گے اس کی جزاء ہمیں نصیب ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(مطبوعہ خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 547 تا 566)

دعا کے نتیجہ میں امراض سے شفا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”بیماریوں میں جہاں قضا مبرم ہوتی ہے وہاں تو کسی کی پیش ہی نہیں جاتی اور جہاں ایسی نہیں وہاں البتہ بہت سی دعاؤں اور توجہ سے اللہ تعالیٰ جواب بھی دے دیتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشابہ مبرم ہوتی ہے اس کے ٹلا دینے پر بھی خدا تعالیٰ قادر ہے۔ یہ حالت ایسی خطرناک ہوتی ہے کہ تحقیقات بھی کام نہیں دیتیں اور ڈاکٹر بھی لاعلاج بتا دیتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل کی یہ علامت ہوتی ہے کہ بہتر سامان پیدا ہو جاویں اور حالت دن بدن اچھی ہوتی جاوے ورنہ بصورت دیگر حالت مریض کی دن بدن ردی ہوتی جاتی ہے اور سامان ہی کچھ ایسے پیدا ہونے لگتے ہیں کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اکثر ایسے مریض جن کے لئے ڈاکٹر بھی فتویٰ دے چکتے ہیں اور کوئی سامان ظاہری زندگی کے نظر نہیں آتے۔ ان کے واسطے دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو معجزانہ رنگ میں شفا اور زندگی عطا کرتا ہے گویا کہ مردہ زندہ ہونے والی بات ہوتی ہے“۔

(ملفوظات جلد ۵ طبع جدید ص 537)

زاوية العرب

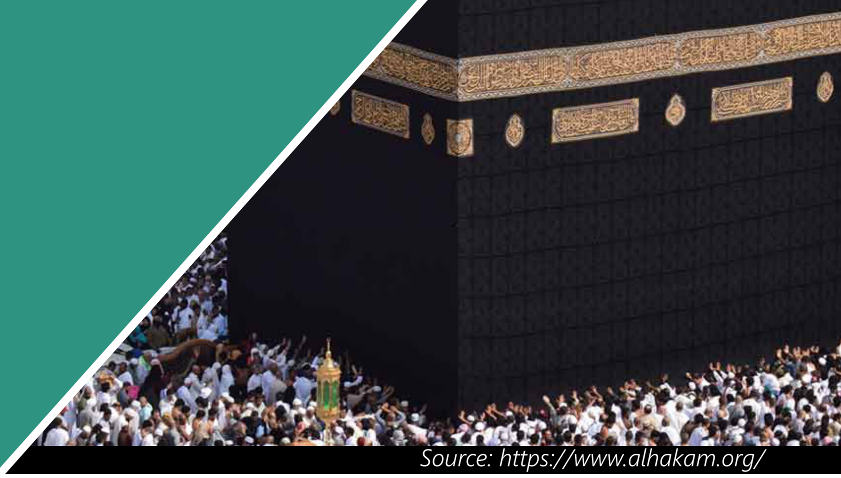
Source: https://www.alhakam.org/

آية قرآنية ”خلق الله الناس ليتسابقوا في التقوى“

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(الحجرات 14)

حديث شريف ”من وصايا النبي ﷺ“

{حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِي نَضْرَةَ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي وَسَطِ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى اَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى اَسْوَدَ وَلَا اَسْوَدَ عَلَى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوَى. اَبَلَّغْتُ؟ قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. ثُمَّ قَالَ: اَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا يَوْمٌ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ: اَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ: اَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ بَيْنَكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ - قَالَ: وَلَا اَدْرِي قَالَ اَوْ اَعْرَاضَكُمْ اَمْ لَا- كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. اَبَلَّغْتُ؟ قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ: لِيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ}

(مسند احمد, كتاب باقي مسند الأنصار)

من كلام الامام عليه السلام ” ضرورة الابتلاء “

والابتلاء ضروري كما قال الله تعالى: {اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُتْرَكُوا اَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ} (العنكبوت 3)، وقال تعالى {اِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ} (فصلت 13). وقد اخطأ المفسرون اذ قالوا ان نزول الملائكة هذا يكون وقت الاحتضار. انه لقول باطل، وانما مفهوم الآية ان الذين يطهّرون قلوبهم وينأون بنفوسهم عن النجاسة التي تُبعد عن الله تعالى، يتولد فيهم انسجام مع الوحي ويبدا نزوله عليهم.

ثم قال الله تعالى في بيان عظمة المتقي في آية اخرى: {اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ} (يونس 36). ومَن كان الله كفيلَه فلا يصيبه اذى، ومَن كان الله وليَّه فلا يقدر الخصم على الاضرار به.

ثم قال الله تعالى لهم: {وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ} (فصلت 13).

(من الخطاب الأول لسيدنا المسيح الموعود عليه السلام في الجلسة السنوية يوم 25/12/1897 ”الملفوظات، مجلد1)

في رحاب التفسير: (من التفسير الكبير لحضرة الحاج مزرا بشير الدين محمود احمد رضى الله عنه الخليفة الثاني للمسيح الموعود عليه السلام)

اَرَاَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ـ عَبْدًا اِذَا صَلَّى (العلق:01-11)

التفسير:

هنا يبكّت الله تعالى الكافرين بضرب مثال، فيقول: اَخبِروني هل هناك اية معقولية في تصرّف هذا الانسان؟ ذلك ان قوله {ارايتَ} يعني اَخبِرْني (المفردات). والخطاب هنا موجه للرسول ﷺ، ولكنه زجرٌ للكافرين في الواقع، وهذا اسلوب من اساليب البلاغة حيث نخاطب شخصًا ونعني غيرَه، لأنه اذا سمع ندم على تصرفه. فيقول الله تعالى: يا محمد، اخبِرْني عن هذا الشخص الذي ينهى .. وينهى مَن؟! انه لا ينهى شخصًا مجادلاً او قتّالاً او خدّاعًا او لصًّا، بل ينهى عبدًا مسكينا متواضعا لله تعالى.

وعَمَّ ينهاه؟ انه لا ينهاه عن مخالفة قانون او معارضة قضية سياسية، بل ينهاه اذا صلّى. فهذا المسكين حين يقوم لعبادة الله تعالى يسارع هذا الكافر ويأخذ بتلابيبه. فهل في الدنيا عاقل يعتبر هذا التصرف صحيحا؟ ليس بينهما خلاف سياسي او مالي او مدني، وليس بينهما خصام على الزعامة، كل ما في الأمر ان هذا يقف في بيته ليعبد الله، فيحاول ذلك منعه. هل فعله من المعقولية في شيء؟ هل تصرفه من الانسانية في شيء؟ ان عبدًا يقف امام الله للعبادة، فيتميز ”ابو جهل“ غيظًا. انه لم يسلبه شيئا ولم يسرق

منه مالا ولم يتعرض له بسوء حتى يرفع عقيرته غضبًا عليه. انه يصلي في بيته قائمًا، فيثير ابو جهل وامثاله ضجة على ذلك. فكيف يمكن لصاحب هذه التصرفات غير المعقولة ان يدعي انه ليس بحاجة الى نصرة الله من اجل هدايته؟

لقد ذكر الله تعالى في الآيات السابقة ان بعض الناس يزعمون انهم ليسوا بحاجة الى اي هادٍ في امور الدين لأنهم قادرون على ان يختاروا الطريق بناءً على ما تملي عليهم عقولهم، فيرد الله تعالى عليهم بضرب هذا المثال ويقول لهم: تقولون دائمًا باصرار انكم لستم بحاجة الى عون الله تعالى في امور دينكم، فهلا فكرتم في واقعكم لتروا ما اذا كان ادعاؤكم هذا صحيحا ام لا. انظروا الى ابي جهل وغيره من سادتكم، فانهم قادتكم، يشيرون عليكم برايهم في امور دنياكم ويقودونكم في حروبكم، ويعترف الناس بذكائهم في الأمور المادية، ولكن انظروا كيف فقدوا صوابهم حيث يستشيطون غضبًا اذا قام عبد من عباد الله لعبادته في بيته. فكيف يستطيع ان يتخذ خطوة واحدة في الأمور الروحانية بدون عون الله تعالى مَن فقد بصيرته الى هذا الحدّ وبلغ به الحمق والجهل في امور الدين هذه الدرجةَ؟

الدعاء لشريك الحياة والأولاد من اجل حياة عائلية ناجحة

يجب على كل رجل وامراة بذل جهد في ادعيتهم وفي معاملاتهم لاحداث تغييرات ايجابية في انفسهم، ليصبحوا نماذج حقيقية للمبايعين، وليكونوا من الذين لا ينتبهون الى تحسين حالتهم فقط بل يهتمون بسعادة اجيالهم ايضا الذين من اجلهم علمنا الله تعالى دعاء:

{رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا} (الفرقان:57)

هذا الدعاء مهم للرجال كأهميته للنساء حتى يصبح كل من الرجال والنساء قرة عين للآخر. عندما يدعو الأزواج ليكون كل واحد قرة عين لزوجاتهم، فانهم يهتمون بحسن معاملة بعضهم ايضا، ويغفرون اخطاءهم وينظرون الى الصفات الحسنة فيهم. في بعض الأحيان يزورني الأزواج الجدد طالبين النصيحة- وكما اسلفت ان كثرة حالات الطلاق والخلع في هذه الأيام مقلقة جدا- فأقول لهم: تجاوزوا عن عيوب بعضكم ولينظر كل واحد منكم الى الجوانب الحسنة لدى الطرف الآخر. واقول لهم: الآن اصبحتم متزوجين فيجب عليكم احترام هذه العلاقة والاستمرار بها، وادعوا الله - سبحانه وتعالى - ان يجعلكم قرة اعين لبعضكم. عندما تفعلون ذلك داعين الله - سبحانه وتعالى - وباذلين الجهد في هذا السبيل فان هذه العلاقات ستنجح باذن الله.

عندما يكون الزوجان قرة اعين لبعضهما فان اجيالهما القادمة ايضا ستحاول ليكونوا قرة اعين للوالدين متأسين بأسوة والديهم الحسنة. وعندما يدعو الرجالُ والنساء لبعضهم

ولأولادهم قائلين لله - سبحانه وتعالى -: {وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا} فانهم في الحقيقة يدعون لأولادهم ان يكونوا قرة اعين لهم وان تكون اجيالهم تقية، لأن رب الأسرة هو امام الأسرة ويدعو: {وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا} اي ارزقني يا ربّ ذرية من الأتقياء فقط. عندما يلجأ الرجل الى هذا الدعاء، فانه يدعُو لزوجته وابنائه ليكونوا اتقياء. وعندما تدعو المراة بهذا الدعاء بصفتها راعية البيت، فانها تدعو ليكون اولادها اتقياء. فحين تدعو بهذه الرغبة والشوق فلا بد ان تسعى بنفسها ايضا للثبات على التقوى، وهكذا سيكون هذا البيت نموذجًا للجنة، حيث ان جميع مَن فيه من الكبار والصغار يسعون لنيل رضا الله تعالى. وبعد وفاة الوالدين سيكون اولادهما سببا للجزاء الحسن لهم حيث سيُجزى الوالدان على تربية الأولاد تربية حسنة. سيُجزى الأب وكذلك الأم بصفتها راعية البيت، وان حسنات الأولاد تكون مدعاة لرفع درجات الوالدين.

هل من مؤمن يدعي كونه مؤمنا ثم يقول انه لا يحتاج الى رفع منزلته بعد الموت؟ اذًا، هذا الدعاء يفيد لاصلاح الأجيال القادمة واصلاح الداعي نفسه ايضا، كما هو مفيد لرفع الدرجات من خلال دعاء ذريته الصالحة واعمالهم الصالحة.

وفي هذا الدعاء اشارة الى عظمة المؤمن ايضا انه لا يرضى بالأمور البسيطة بل يتقدم دوما الى منازل الرقي. المؤمن الحقيقي يزداد تقًى في نفسه كما يحاول لتعزيز التقوى في ذريته.

فطوبى للآباء والأمهات الذين يهتمون بتربية اولادهم ويقربونهم من الدين، ويغرسون حب الله - سبحانه وتعالى - في نفوسهم، فيحسنون دنياهم وعقباهم بخلق تغيرات طيبة في انفسهم. يحتاج كل رجل وامراة من الأحمديين الى هذا الدعاء بكثرة مدركين حقيقته. ان كثيرا من الناس يشكون من فساد اولادهم، ولكن اذا ظلوا منتبهين الى تربيتهم الحسنة والدعاء لهم فان الله تعالى يحميهم وينقذهم من الضلال، الا فيما شذ وندر.

(مقتبس من خطاب السيدات في الجلسة السنوية في المانيا 52 يونيو/حزيران 1102)

في خطبة جمعة اخرى قال حضرته ايده الله بنصره العزيز في الموضوع نفسه:

"يقول الله تعالى: {رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا} (الفرقان:57)

يجب على المرء ان يدعو دائما: ربنا انظر الينا برحمتك دائما، ولا تجعل الشيطان يتغلب علينا، واعف عن اخطائنا، نرجو عفوك، فاغفر لنا ذنوبنا، وبعد العفو عن ذنوبنا راعِنا لئلا نقع في شرَك الشيطان ابدا. وما دمتَ انزلت علينا افضالك الى هذا الحد فاجعلنا من الشاكرين لنعمائك والذاكرين لها. ان اعظم نعمة انعمتها علينا هي نعمة الايمان، اللهم ثبتنا عليه ولا تبعدنا عنه. لذلك يجب ان ندعو دائمًا:

{رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ} (آل عمران:9)

ان لم نلتزم بالدعاء سيستمر الشيطان في الاغواء بمختلف الطرق والأساليب ولا يمكن الحماية من الشيطان دون فضل الله ورحمته - سبحانه وتعالى -، كما قلت مرارا. ان الله تعالى يحمي مَن يدعوه سلفا، ومن كانت عليه رحمة الله فان هذه الرحمة تزداد الى حد كبير عندما ينشأ حب الله تعالى في قلبه".

(مقتبس من خطبة الجمعة بتاريخ 12 ديسمبر/كانون الأول 2003 في بيت الفتوح - لندن).